ڈاکٹر وفا راشدی

اردو اور سندھی کا تہذیبی رشتہ

ڈاکٹر نجم الاسلام اور اُن کے تراجم

ممتاز محقق و نقاد ڈاکٹر نجم الاسلام سندھ یونیورسٹی میں پروفیسر اور صدر شعبہ اردو ہیں۔ اس جامعہ کے شعبہ جاتی مجلہ "تحقیق" کے مدیر اعلیٰ بھی ہیں۔ تحقیق کا ہر شمارہ پاکستان میں جدید تحقیق اور فن تحقیق کے موضوع پر نہایت معلوماتی اور کارآمد صحیفہ ہوتا ہے۔ ملک کے مقتدر و معتبر محققین کے علمی و تحقیقی مقالات کی شمولیت بالعموم اور اساتذۂ جامعہ سندھ کی نگارشات کی اشاعت بالخصوص رسالہ "تحقیق" کے معیار کی ضمانت ہے قابل ذکر بات یہ ہے کہ ڈاکٹر نجم الاسلام نہایت خاموشی سے، لگن اور انہماک کے ساتھ علمی ادبی اور تحقیقی کاموں میں مصروف عمل رہے ہیں۔

ڈاکٹر نجم الاسلام کا ذہنی ارتقا سندھ کے علمی و ادبی و روحانی ماحول میں ہوا۔ سالہا سال سے سندھ کی تاریخ، تہذیب، ثقافت اور علوم و فنون سے گہری وابستگی رکھتے ہیں۔ سندھ کے حوالے سے ان کی گراں قدر خدمات فراموش نہیں کی جا سکتیں۔ ڈاکٹر نجم الاسلام سندھ یونیورسٹی کے سابق صدر شعبہ اردو اور پروفیسر ایمریطس ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں جیسے عظیم المرتبت بزرگ بلند پایہ عالم دین شاعر، محقق، نقاد، ماہر تعلیمات اور ماہر لسانیات کے دامن فیض سے وابستہ رہے۔ قبلہ ڈاکٹر صاحب کی رہنمائی میں انھوں نے کئی اہم نوعیت کے علمی و تحقیقی کام سرانجام دیئے ہیں۔

ڈاکٹر نجم الاسلام کئی زبانوں سے بخوبی واقف ہیں۔ متعدد علوم و فنون کا مطالعہ کیا ہے۔ یہ سلسلہ برابر جاری ہے۔ فن ترجمہ سے بہرہ ور ہیں۔ اس فن سے خصوصی شغف ہے نظم میں ہو یا نثر میں انھیں ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرنے کا ملکہ حاصل ہے۔ ان کے منظوم ترجمے کی

کیفیت عموماً آورد کی نہیں آمد کی سے ہوتی ہے ایسی قوت کے ساتھ جو تخلیقی قوت جیسی ہو۔

ڈاکٹر نجم الاسلام نے سب سے پہلے سندھ کے عظیم دانشور، مفکر، جامعہ سندھ کے سابق وائس چانسلر علامہ آئی آئی قاضی کی بیگم ایلسا قاضی کی ایک طویل انگریزی نعتیہ نظم کا اردو میں ترجمہ کیا جو ۱۹۷۱ء میں سندھ یونیورسٹی کی جانب سے اصل انگریزی متن کے ساتھ شائع ہوا۔

اس کے بعد ڈاکٹر نجم الاسلام نے حضرت سلطان الاولیا خواجہ محمد زمان لواری قدس سرہٗ، (۱۱۲۵-۱۱۸۸ھ) کی قدیم شاعری کا منظوم ترجمہ کیا۔ حضرت خواجہ محمد زمانؒ کے افکار، معارف، ملفوظات ارشادات، مقولات زیادہ تر عربی، فارسی اور سندھی میں ہیں جو علم و فضل، علم و دانش، حقیقت و معرفت میں گنجینہ گراں مایہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بقول ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان "شریعت و حقیقت کے دلدادہ ہونے کی وجہ سے اپنے کیف و سرور کے عالم میں جو کچھ آپ نے فرمایا وہ ابیات کی شکل میں محفوظ ہے (ابیات سندھی پیر سعید حسن ص ۴)

حضرت خواجہ محمد زمان کے عالم باعمل خلیفہ حضرت شیخ عبدالرحیم گرہوڑی نے آپ کے ابیات کی شرح عربی میں لکھی جو "فتح الفضل" کے نام سے مخطوطہ کی صورت میں کتب خانہ لواری شریف میں محفوظ ہے۔ سندھ کے مشہور ماہر تعلیم فاضل عصر ڈاکٹر عمر بن محمد داؤد پوتہ نے حضرت خواجہ محمد زمان کے ابیات سندھی کو اپنے ترجمے اور حواشی کے ساتھ ۱۹۳۹ء میں کراچی سے شائع کیا تھا۔ پروفیسر سعید حسن نے ان ابیات کا "تفسیر نما" ترجمہ عام فہم اردو اور سندھی میں مرتب کیا ڈاکٹر نجم الاسلام نے خواجہ محمد زمانؒ کے مشکل ابیات سندھی کو اردو نظم کی شکل دی ڈاکٹر نجم الاسلام کا یہ منظوم ترجمہ اصل ابیات سندھی اور پیر سعید حسن کے منثور سندھی متن کے ساتھ ابیات سندھی کے نام سے کتابی صورت میں ۱۹۸۱ء میں انجمن پریس نشتر روڈ کراچی سے چھپ چکا ہے" ابیات سندھی کے مطالعہ سے خواجہ محمد زمان لواریؒ کے افکار کی شان اور ڈاکٹر نجم الاسلام کے منظوم ترجمے کے معیار کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ڈاکٹر نجم الاسلام کے منثور و منظوم ترجمے اور پروفیسر سعید حسن کی سندھی شرح کے چند نمونے اگلے صفحات میں پیش کیے جائیں گے۔

اسی طرح ڈاکٹر نجم الاسلام نے سندھ کے دو صوفیائے عظام قاضی قاضن (م ۹۵۸ھ) اور شاہ کریم بلڑی (م ۱۰۲۳ھ) کے ابیات سندھی کو اردو نظم و نثر میں منتقل کیا۔ یہ ترجمہ "ابیات شاہ کریم"

کے نام سے ۱۹۸۷ء میں سندھ یونیورسٹی کے ذیلی اشاعتی ادارہ انسٹی ٹیوٹ آف سندھالوجی جامشورو کے زیر اہتمام منظر عام پر آچکا ہے۔ قاضی قاضن سیوستانی اور شاہ کریم بلڑی علی الترتیب دسویں اور گیارہویں صدی ہجری کے برگزیدہ دینی علمی اور ادبی شخصیات تھے۔ بقول ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی

"نہ صرف قدامت کے لحاظ سے شاہ کریم کا درجہ ارفع و اعلیٰ ہے بلکہ ان کے کلام میں ادبی خوبیاں بھی کمال کے ساتھ نظر آتی ہیں۔ ان کے کلام میں جدت و انفرادیت ہے اگر انھیں سندھ کا پہلا جدید شاعر قرار دیا جائے تو بجا ہوگا۔ انھوں نے سماج اور ماحول کی ترجمانی میں جدت پیدا کی ہے"

شاہ کریم حضرت مخدوم محمد زمان طالب المولیٰ کے جد اعلیٰ غوث الحق حضرت مخدوم نوح سرور ہالائی جیسے یکتائے عصر شیخ طریقت مفسر قرآن، عالم دین اور برصغیر میں فارسی میں قرآن حکیم کے پہلے مترجم کے خلیفہ خاص تھے۔ شاہ کریم حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی جیسے شہرہ آفاق صوفی شاعر کے جد امجد تھے شاہ کریم کے کلام کے اثرات سندھی ادب پر گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ افکار شاہ لطیف پر بھی اس کا پرتو موجود ہے۔

شمس العلماء مرزا قلیچ بیگ نے شاہ کریم کا کلام "رسالہ کریمی" کے نام سے مرتب کرکے ۱۹۰۴ء میں شائع کروایا تھا۔ شمس العلماء ڈاکٹر عمر بن داؤد پوتہ نے شاہ کریم کے ابیات و فرمودات کا جو ناقدانہ تجزیہ کیا تھا وہ ۱۹۳۷ء میں بمبئی سے چھپا تھا۔ ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی نے بھی "کریم جو کلام" کے نام سے اپنے مبسوط مقدمہ کے ساتھ ۱۹۶۳ء میں سکھر سے طبع کرایا تھا۔

بیان العارفین شاہ کریم کے فارسی اقوال و ملفوظات کا مجموعہ ہے جسے ان کے مرید محمد رضا نے ۱۰۳۸ھ میں مرتب کیا تھا۔ ۱۲۱۳ھ میں عبدالرحمٰن بن محمد ملوک کاٹھ بان ٹھٹوی نے "بیان العارفین" کا فارسی سے سندھی میں ترجمہ کیا۔

سندھی بیان العارفین میں شاہ کریم کے ۹۳ ابیات اور قاضی قاضن کے سات ابیات ہیں۔

ڈاکٹر نجم الاسلام نے بڑی محنت اور محبت سے "ابیات شاہ کریم" میں ان ہی ابیات کا اردو میں منظوم و منثور ترجمہ پیش کیا ہے۔ ترجمے کا اہتمام کچھ اسی طرح ہے کہ ہر صفحے پر ایک سندھی بیت ہے۔ اس کے نیچے پہلے نثر میں پھر نظم میں ترجمہ ہے اسی طرح شاہ کریم کے ابیات کے ترجمے ۹۳ صفحات

پر اور قاضی قاضن کے سات ابیات کے ترجمے سات صفحات پر محیط ہیں ان ابیات کے ترجمے کہیں دو مصرعوں پر کہیں تین مصرعوں پر مشتمل ہے مترجم کا ارشاد ہے کہ :

"متعدد ترجمے مثلثات کی صورت میں ہوتے ہیں جنھیں آج کل کہیں ہائیکو کہا جاتا ہے تو کہیں لوایجاد ثلاثی ، حالانکہ یہ ایک قدیم صنف سخن ہے متعدد فارسی شعرا کے کلیات میں مثلثات موجود ہیں"۔

بہر حال ! تین مصرعوں والی صنفِ سخن کا جو بھی نام دیا جائے ہیئت اور اسلوب کے اعتبار سے اس فن پر بحث کی کافی گنجائش ہے جس کا یہاں موقع نہیں لیکن اس حقیقت سے انکار کی گنجائش نہیں کہ ہائیکو ایک جاپانی صنف سخن ہے جب کہ ثلاثی یا نظمِ مثلث یا نظمانہ وغیرہ بالکل دوسری چیزیں ہیں۔

ڈاکٹر نجم الاسلام نے ابیات شاہ کریم اور ابیات قاضی قاضن کا ترجمہ جن اشکال میں کیا ہے وہ پابند شاعری میں بھی ہے ، معرّا اور آزاد نظم میں بھی ہے نثر میں بھی ، جس انداز جس اسلوب و ہیئت میں بھی کیا ہے فنی مہارت فاضلانہ روش اور شاعرانہ حسن کے ساتھ کیا ہے ۔ ترجمہ صاف ، سلیس ، عام فہم اور رواں ہے اچھا اور کامیاب ترجمہ وہ ہے جسے پڑھتے وقت کہیں سے یہ گمان نہ ہو کہ اسے کسی دوسری زبان سے منتقل کیا گیا ہے ۔ معانی ، مفہوم فکر و خیال اور جذبات کی عکاسی میں اصلیت ([illegible]) کا احساس ہو۔ یہ تمام محاسن ڈاکٹر نجم الاسلام کی اس کاوش میں بدرجۂ کمال موجود ہیں ۔

ڈاکٹر نجم الاسلام نے انگریزی اور سندھی کے علاوہ عربی ، ترکی اور فارسی سے بھی ترجمے کیے ہیں۔ انھوں نے ایران ، ہندوستان اور پاکستان کے منتخب اشعار کا ترجمہ "دو آہنگ" میں پیش کیا ہے ان شعراء میں قدیم وجدید ، معروف وغیر معروف سب ہیں ڈاکٹر صاحب نے جن شعرائے کرام کے کلام کو اردو روپ سے نکھارا ہے ان کے نام یہ ہیں :

فارسی : آملی ، قدسی ، سعدی ، امیر خسرو ، منوچہری ، صائب ، شاہ جالندھری ، اوحدی ، حافظ ، جامی ، رومی ، رودکی ، نظامی ، عثمان ، میر تقی میر ، علی حزیں ، بیدل ، اقبال ، ظہیر الدین سلمان لاہوری ، نظیری ، رازی ، مظہر جان جاناں ، آزاد بلگرامی ، بہاؤالدین زکریا ملتانی ۔ علی شیر قانع ٹھٹھوی وغیرہ ۔ ترکی شعراء میں نورس ، ابن کمال ، علی ، ضیا بک ، فائقی ، پرتو

احمد پاشا، فاطمہ خاتون اور لبیب آفندی قابل ذکر ہیں۔

ان تراجم سے یہ بات واضح ہے کہ ڈاکٹر نجم الاسلام نہ صرف انگریزی اردو وسندھی بلکہ فارسی، عربی اور ترکی زبانوں سے بھی واقف ہیں۔ ان زبانوں کے مزاج داں اور ان کے اسلوب سے آشنا ہیں۔ اس آشنائی کے بغیر کامیاب ترجمہ ممکن نہیں۔ ترجمے سلاست، روانی اور خوش اسلوبی کے ساتھ کیے گئے ہیں۔ شعریت، معنویت اور شعری محاسن کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ ترجمہ کرنا اور اس کے پیچ وخم سے کامیاب گزرنا کوئی آسان کام نہیں، بالخصوص اشعار کا منظوم ترجمہ جس کے لیے مترجم کا شاعر ہونا اور فنِ شعر سے واقف ہونا لازمی شرط ہے جس شاعر کی طبیعت میں جس قدر موزونیت، ذوقِ شعری سے ہم آہنگی اور علم وعروض سے واقفیت ہوگی ترجمہ اسی قدر عمدہ اور اثر وتاثیر سے معمور ہوگا۔ ساتھ ہی ترجمے کی اصل رُوح سے ہم آہنگ کرنے، الفاظ ومعانی، مفہوم ومطالب، جذبات وخیالات کو حقیقت کا روپ دینے کے لیے مترجم کے اندر داخلی کیفیت سے ہمکنار ہونا اور تخلیقی قوت کا حامل ہونا بھی لازمی شرط ہے سخن سنجی کے ساتھ ساتھ سخن فہمی کی صلاحیت رموزِ شعری ونکاتِ سخن سے آگہی بھی ضروری ہے ڈاکٹر نجم الاسلام فنِ ترجمہ کے ان نکات سے آگاہ ہیں ان کے ترجمے کا اسلوب سادہ، بیساختہ، دلکش اور پر اثر ہے ان کے ترجمہ شدہ شعر یا فن پارے کو پڑھیے اس کی اصل کا گمان ہوتا ہے یہ دراصل ڈاکٹر صاحب کا شاعرانہ شعور اور فنکارانہ ادراک ہے ڈاکٹر صاحب کا ادبی وشعری ذوق بہت پاکیزہ ہے یہی وجہ ہے کہ ان کا ترجمہ بڑا رواں دواں اور برجستہ ہے جو قارئین فارسی سے ناواقف ہیں انہیں اس ترجمے کے توسط سے فارسی شاعری کی دلآویزی، شیرینی اور گہری معنویت کا اندازہ ہو جائے گا۔